© rasailojaraid.com



سب پہ چھا جاتے تھے وہ شاداب موسم کی طرح
آیتیں ذہنوں کو تر کرتی تھیں شبنم کی طرح
ہاں تو اے اربابِ مجلس! ان کا اندازِ خطاب
جو دلوں میں تیر جائے وہ صدائے انقلاب
زندگی جاگی نوائے مردِ حق آگاہ سے
جی اُٹھے دل اس صدائے قُم باذن اللہ سے
ہم سے خاک آسودگاں کو جسم و جاں دیتے رہے
شاہ جی جا جا کے قبروں پر اذاں دیتے رہے
اس خطابت کے جِلو میں دوسرا منظر بھی تھا
لفظ کے آئینے میں کردار کا جوہر بھی تھا
سختیاں، آلام، بیماری، مصائب، زجر و بند
ظلم، تعزیرِ وفا، دشنام، زنداں، قید و بند
جبر کی ایک ایک آندھی کے مقابل ڈٹ گئے
ہرچہ بادا باد، زندہ بچ گئے یا کٹ گئے
یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے مرے مضمون سے
حریت کی داستاں لکھی گئی ہے خون سے
ملتِ اسلام! اے روشن نصیب و خوش نظر
دیکھ اس انمول آزادی کی ظالم! قدر کر
خطۂ ارضِ وطن اک مشترک تعمیر ہے
شاہ جی کا خونِ دل بھی شاملِ تعمیر ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



(پروفیسر عاصی کرنالی بنام حفیظ رضا پسروری)

# امیر شریعت قلندر، فقیر

وہ سامنے جلوہ گر تھے۔ جیسے شمع اور گرد مریدان صادق اور محبان وفا کیش جیسے جانثار پروانے۔ کیا عالم نور وظہور تھا اور شہود و حضور کی کیسی دل نواز محفل تھی۔

زبان حال سے پروانۂ بسمل یہ کہتا ہے
حضوری ہو اگر حاصل مزا ہے نیم جانی ہے
(اکبر)

اور شاہ جی علیہ الرحمتہ سامنے متمکن تھے اس لئے حضوری کے انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی تھی میری نظر ان کے روئے اقدس پر تھی۔

خوشا نگاہ کہ گلچین صد تماشا ہے
(عاصی)

اور رومی کے اس شعر کی حکومت تھی

اے لقائے تو جوابِ ہر سوال
نکتہ حل می شود بے قیل وقال

میں ایسی انجمنوں کی جلوہ آفرینی اور سعادت اندوزی کا ذکر آپ سے کیوں کروں۔ آپ صاحب غیاب تو نہیں، آپ کو تو خود حضور و تجلی کا مقام حاصل ہے اور ان خدائی چراغوں سے اکتساب نور و ضیا کا شرف اور توفیق آپ کو بخشی گئی ہے۔ کیا یہ عالم نہیں ہوتا تھا کہ شاہ جی........ جیسے نور کا ایک بے کراں سمندر ہے اور ہم ان امواج تجلی میں غرق ہوگئے اور ہماری ارواح نے غسل نور کیا ہے........ اور یہ لوگ اٹھ گئے تو یہ حالت ہو گئی۔

رات انجمن میں ایک ترے پر تو بغیر
کیا شمع، کیا پتنگ، ہر اک بے حضور تھا
(امیر)

ہاں تو شاہ جی مسند نشین تھے اور ہم ان کے قدم بوس خوشہ چینِ جمال و کمال۔ میں نے عرض کی شاہ جی!..... چند شعر آپ پر ہوئے ہیں اجازت ہو تو سناؤں۔

مسکرائے شعر پڑھا،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



برو ایں دام بر مرغ و گرنہ
کہ عنقارا بلند است آشیانہ

میں نے کہا شاہ جی! میں دام ضرور پھیلاؤں گا۔ آپ عنقا ہونے کے باوجود اس میں پھنسیں گے۔ اس لئے کہ یہ دام عقیدت ہے جو ارادت و نیاز کے تانے بانے سے تیار ہوا ہے۔ اجازت مل گئی۔ شعر سنانے لگا۔ اس وقت میری حالت کا تصور کیجئے، سنا ہے سیدنا حسان بن ثابتؓ جان دو عالم ﷺ کے سامنے جمال کے ترانے گاتے تھے۔ یہاں، ایک جانب اس نبی کی اولاد، ایک سید زادہ کہ مرکز مہر و وفا اور قرار دل و نظر تھا اور دوسری جانب حسانؓ کا ایک ادنیٰ سا شاگرد جسے اس کے جذب و نیاز نے مدح طرازی کے لئے دل آمادہ کیا تھا۔ کیا کیفیت تھی۔ مجھ پر اس وقت...... محبوب سامنے ہو اور عاشق بمصداق.... دراز دستی ایں کوتہ آستیناں بین!..... مدح کے مضامین ادا کر رہا ہو۔ اس خوف کے ساتھ کہ کہیں فکر کی نارسائی اور سلیقے کی کوتاہی اس مدحت سرائی کو سوئے ادب کی تعریف میں نہ لے آئے۔ الحمدللہ۔ شعر شاہ جی کو پسند آئے اور خاتمے پر فرمایا۔ اگر یہ شعر پہلے ہو جاتے تو "سواطع الالہام" (شاہ جی کا مجموعہ کلام) میں صوفی تبسم کی غزل کے ساتھ چھاپتا۔ یہ حدیث بخاری میری نجات و مغفرت کا پروانہ ہے۔ انشاء اللہ العزیز

میرا جی بے اختیار چاہتا تھا کہ یہ شعر آپ کو لکھ بھیجوں۔ اس لئے ایک تو آپ میرے پیر بھائی ہوئے۔ دوسرے آپ کا مرتبۂ فن شناسی اور منصب شعر گوئی اس کا متقاضی تھا اور تیسرے ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے! اور سب سے بڑی بات یہ کہ درد کی بات درد آشناہی سے کہی جا سکتی ہے۔ آپ اسے بے شک شاہ جی کے ایک مخلص عقیدت مند جناب عبداللہ ملک کے روزنامے میں دے سکتے ہیں۔

امید ہے یہ شعر آنکھوں کو نمناک اور شبنم افشاں کر دیں گے۔ کہ یہی شبنمِ اشک ہے جو اہل درد کے دل کی کھیتی کو ہرا کر دیتی ہے۔

والسلام خاکپائے اہل دل........ عاصی کرنالی

(روزنامہ "آزاد" لاہور، ۲۱ اگست ۱۹۷۱ء، ص ۴)

© rasailojaraid.com